حکمت اور گفتگو۔ امام رضاؑ کی نظر میں

مؤلف: پروفیسر غلام یحییٰ انجم

بندگان حق کی رشد وہدایت کے لئے اللہ رب العزت نے انبیاء ومرسلین کو مبعوث فرمایا جنہوں نے تمام مصائب وآلام برداشت کرکے پیغام حق بندگان حق تک پہنچا کرکے ہی دم لیا۔اس زریں سلسلہ کے اختتام کے بعد کار نبوت کو آگے بڑھانے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اولیاء، بزرگان دین، شہداء وصالحین اور ائمہ دین کا انتخاب فرمایا۔ ہر ایک نے اپنے اپنے زمانے میں اس نبوی مشن کی نشرواشاعت اور اس کی تکمیل میں اپنی عمر کا گراں مایہ حصہ بسر کیا۔اس طرح جن بندگان حق نے تبلیغ دین اور اسلام کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کیا ان کی طویل فہرست ہے، مگر ان میں ایک نمایاں نام حضرت سیدنا امام ابو الحسن علی رضا بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کی اولاد پاک میں حضرت امام علیؑ اور امام زین العابدینؑ کے بعد آپ تیسری شخصیت ہیں جن کا اسم گرامی علی ہے[1]۔

آپ کی ولادت کے سلسلہ میں مورخین مختلف الخیال ہیں۔ کسی نے ۱۴۳ھ کسی نے ۱۴۸ھ کسی نے ۱۵۱ھ اور کسی نے ۱۵۲ھ کا اقرار کیا ہے۔ مدینہ منورہ میں امام جعفر صادقؑ کے بیت الشرف میں آپ کی ولادت ہوئی جو تقویٰ، تدین اور پرہیز گاری کا مرکز اور سرچشمہ تھا۔ اسی بیت الشرف میں آپ کی پرورش ہوئی اور پدر بزرگوار کی تربیت اور خاندانی آداب ورسوم سے آراستہ ہوئے۔ آپ کا ہر عمل قابل تقلید تھا۔ آپ کی عادت تھی کہ جب آپ دستر خوان پر کھانے کے لئے بیٹھتے تو اپنے غلاموں یہاں تک کہ اصطبل کے رکھوالوں اور دربانوں کو بھی اپنے ساتھ بٹھا لیتے تھے۔

۱۔ مطالب اصول فی مناقب آل رسول، ص ۲۹۵

بلاشبہ آپ پیدائشی ولی تھے جس کا اظہار آپ کی والدہ ماجدہ (جن کا نام نجمہ خاتون تھا ولادت کے بعد انہیں طاہرہ کے لقب سے یاد کیا گیا) کے ان الفاظ سے ہوتا ہے۔آپ فرماتی ہیں:

> ”دوران حمل میں نے قطعاً کوئی بوجھ نہیں محسوس کیا اور سوتے وقت میں اپنے بیٹے کی تسبیح و تہلیل کی آوازیں سنتی تھی اور جب آپ دنیا میں تشریف لائے تو پہلے انہوں نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا، سر مبارک کو آسمان کی طرف بلند فرمایا، آپ کے لبوں پر حرکت تھی۔ محسوس یوں ہوتا تھا کہ گویا خداوند عالم سے مناجات کر رہے ہوں۔ اتنے میں آپ کے والد ماجد حضرت موسیٰ کاظم تشریف لائے اور فرمایا: ھنیا لک کرامۃ ربک عزوجل۔آپ کو پروردگار عالم کی جانب سے یہ کرامت مبارک ہو۔اس وقت میں نے اپنے بیٹے کو حضرت کے سپرد کیا۔انہوں نے آپ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھی پھر آپ کا دہن مبارک آب فرات سے دھویا۔“[1]

شعور بالغ ہوتے ہی ظاہری طور پر آپ نے اپنے والد بزرگوار و چچا اور خاندان کے دیگر بزرگوں سے احادیث کی سماعت کی اور اکتساب علم کیا، علوم و فنون میں مہارت پیدا کی۔حدیث و تفسیر علوم سے اہل بصرہ کو ایک زمانہ تک سیراب کیا۔ ۲۴ سال کی عمر میں مسجد نبوی میں بیٹھ کر ۱۵ ہزار استفتا کے جوابات دیئے اور ایک عالم کو اپنی فقہی مہارت سے مستفید کیا۔آپ ادب و حلم اور فہم کے اعتبار سے بہت زیادہ باریک بیں اور نکتہ سنج تھے۔بہت زیادہ حدیث نقل فرماتے اور بہت انہماک کے ساتھ افہام و تفہیم فرماتے۔

مامون کے حکم سے آپ نے مدینہ سے مرو کے لئے ہجرت کی اس سفر میں آپ کے فرزند حضرت محمد تقی آپ کے ہمراہ تھے، پہلے مکہ معظّمہ تشریف لے گئے پھر وہاں سے نیشاپور تشریف لے گئے جہاں آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔اکابر علماء نے آپ کا استقبال کیا۔علماء و فقہاء آپ کے چاروں طرف جمع ہو گئے جن میں پیش پیش یحییٰ، اسحاق بن راہویہ، محمد بن رافع اور احمد بن حرب تھے۔جب اس عظیم مجمع نے آپ کو دیکھا تو تکبیر و تہلیل کی آوازیں بلند کرنے لگے۔لوگ آپ کے چہرہ کی زیارت اور آپ کی زبان مبارک سے

۱۔تاریخ روضۃ الصفا، جلد ۳، ص ۴۲

حدیث کی سماعت کے لئے بے قرار تھے۔ کوئی آپ کی سواری کے قدموں اور کوئی آپ کے کجاوہ کو بوسہ دے رہا ہے۔آپ کجاوہ کے اندر تھے جب لوگوں کے اصرار پر چہرہ مبارک کو باہر نکالا تو فرط محبت سے لوگ چیخ چیخ مار مار کر رونے لگے، علماء وحفاظ کہہ رہے تھے کہ خاموش ہو جاؤ اور فرزند رسول کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ جب لوگ خاموش ہوگئے تو لوگوں نے امامؑ سے عرض کیا کہ اے فرزند رسول خدا آپ کے آباء واجداد کا واسطہ ! ہمارے لئے کوئی ایسی حدیث نقل فرمایئے جو آپ نے اپنے والد گرامی اور انہوں نے اپنے آباء واجداد سے سنی ہو۔لوگوں کے اصرار پر آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی:

قال علی بن موسیٰ الرضا حدثنی ابی موسیٰ کاظم عن ابیه جعفر الصادق عن ابیه محمد بن باقر عن ابیه علی زین العابدین عن ابیه الحسین الشهید کربلا عن ابیه علی ابن ابی طالب قال حدثنی حبیبی وقرة عینی رسول الله قال حدثنی جبرئیل قال سمعت رب العزه سبحانه تعالیٰ یقول کلمة لا اله الا الله حصنی فمن قالها دخل حصنی و من دخل حصنی امن من عذابی[1]۔

ترجمہ: امام علی رضا نے فرمایا میں نے موسیٰ بن جعفر سے، انہوں نے اپنے والد بزرگوار جعفر بن محمد سے ،انہوں نے اپنے والد بزرگوار محمد بن علی سے، انہوں نے اپنے والد بزرگوار علی بن الحسین سے، انہوں نے اپنے والد بزرگوار حسین بن علی سے انہوں نے اپنے والد بزرگوار علی بن ابی طالب سے اور انہوں نے نبی اکرمؐ سے اور انہوں نے جبرئیل سے نقل کیا ہے کہ خداوند عالم حدیث قدسی میں فرماتا ہے: لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوگیا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہوگیا۔

روایت ہے کہ آپ نے حدیث مبارک میں جن اسناد کا ذکر کیا اس کے بارے میں اکثر علماء کا بیان ہے: لو قرأت هذا الاسناد علی مجنون لبری من جنته[2]۔ اگر ان اسناد کو کسی دیوانہ پر پڑھ کر دم کر دیا جائے تو وہ دیوانگی سے افاقہ پا کر عقلمند ہو جائے گا۔

۱۔الفصول المهمة فی معرفة احوال الائمة، ص ۲۴۲

۲۔الصواعق المحرقة ج ۲ ص ۵۹۵

اس حدیث کی عظمت کا عالم یہ ہے کہ جب یہ حدیث کسی سامانی بادشاہ تک پہنچی تو اس نے عمائد سلطنت کو حکم دیا کہ اس حدیث کو سونے سے تحریر کیا جائے اور وصیت کی کہ مرنے کے بعد اسے میری قبر میں دفن کر دیا جائے۔ اس کے مرنے کے بعد کسی نے اسے خواب میں دیکھا اور سوال کیا کہ آپ کے ساتھ کیا گذری تو اس نے جواب دیا کہ خداوند عالم نے مجھ کو کلمہ لا الہ الا اللہ کہنے اور محمد رسول اللہ کی تصدیق کرنے کی وجہ سے بخش دیا[1]۔

نیشاپور میں آپ کی تاریخی آمد سے درج ذیل باتوں کا علم ہوتا ہے:

۱۔ حضرت امام رضاؑ سے اہل نیشاپور کا والہانہ لگاؤ۔

۲۔ حضرت امام رضا کا علماء کے ذریعہ پر جوش اور والہانہ استقبال۔

۳۔ آپ کی زیارت کے لئے بے قراری اور نالہ وفریاد۔

۴۔ محبت امام میں مرکب کی پابوسی۔

۵۔ حضرت امام رضا سے علماء وفقہاء کا استفادہ۔

۶۔ امام وقت سے سماعت حدیث کی التجا۔

۷۔ حضرت امام رضاؑ کی سواری پکڑنے میں علماء کا ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں جد وجہد۔

جن علماء نے یہ حدیث سنی اور اسے نقل کیا ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد بیس ہزار تھی۔ جن میں درج ذیل حضرات بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ آدم بن ابی ایاس عسقلانی (وفات ۲۲۹ھ)، ابوزکریا یحیٰ بن یحیٰ تمیمی نیشاپوری (وفات ۲۲۶ھ)، ابو عبد اللہ احمد بن حرب بن فیروز نیشاپوری (وفات ۲۴۱ھ)، ابو یعقوب بن اسحاق راہویہ مروزی (وفات ۲۳۸ھ)، ابو الحسن محمد بن اسلام کندی طوسی (وفات ۲۴۲ھ)، ابوعبداللہ محمد بن رافع قشیری حنبلی (وفات ۲۴۵ھ)، نصر بن علی الجھنی (وفات ۲۵۰ھ)، محمد بن اسحاق بن خزیمہ شافعی (وفات ۳۱۱ھ)۔

اس طرح ہزاروں علماء ومحدثین نے آپ سے روایات نقل کی اور اسے تحریر کیا۔ احادیث بیان کرنے کے علاوہ اور بھی بہت سی دانائی اور حکمت سے لبریز آپ کی گفتگو اور نصیحتیں ہیں جنہیں اگر اپنی زندگی

۱۔ الفصول المهمه فی معرفة احوال الائمة، ص ۲۴۳

میں داخل کرلیا جائے تو اس سے انتہائی عافیت اور سکون کی زندگی بسر ہو سکتی ہے۔ ان کی وسعت علم کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے۔ وہ اپنے زمانہ کے اعلم روزگار علماء میں سے تھے۔ جب بھی علماء کو کوئی مشکل درپیش آتی تو وہ آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ وہ دور مناظروں اور مباحثوں کا تھا آپ جس مناظرہ اور مباحثہ کی محفل میں جاتے آپ ہی کو سربلندی حاصل رہتی۔ آپ کی حاضر جوابی سے علما حیران ودنگ رہ جاتے۔ افاضل روزگار علماء نے بھی آپ کی عبقری اور تبحر علمی کا اعتراف کیا ہے، آپ سے فرماتے ہوئے سنا گیا کہ میں ایک مجلس میں موجود تھا اور مدینہ کے متعدد علماء بھی موجود تھے۔ جب کوئی ان سے کسی مسئلہ کے بارے میں دریافت کرتا تو وہ علماء اس مسئلہ کو میری طرف منتقل کردیتے اور میں اس کے سوال کا شافی جواب دیتا۔

دنیا میں کوئی ایسا اہل علم نہیں جس نے آپ سے ملاقات نہ کی ہو اور آپ کی علمی عظمت کا اس نے اعتراف نہ کیا ہو۔ بلاشبہ سرزمین عرب میں وہ اللہ تعالیٰ کی حجت تھے اور ایک خاص بات یہ تھی کہ جو جس زبان میں سوال کرتا آپ اسی کی زبان میں اس کے سوالوں کا جواب مرحمت فرماتے تھے۔ متعدد زبانوں پر عبور کی وجہ سے ہی کسی شاعر نے آپ کے بارے میں کہا تھا:

وعلمه بجملة اللغات من اوضح الاعجاز والايات

ترجمہ: تمام زبانوں سے آپ کی آشنائی آپ کا واضح معجزہ اور نشانی ہے۔

نہ صرف امام رضاؑ بلکہ آپ کا پورا گھرانہ علم کا پیکر تھا۔ مولا علی خود شہر علم کے باب العلم تھے۔ شہر علم میں جانے کے لئے دوبار باب العلم سے گذرنا پڑتا ہے۔ ایک مرتبہ شہر علم میں جانے کے لئے اور دوسری مرتبہ شہر علم سے واپس آنے کے لئے اس سے پتا چلا کہ جب تک کوئی باب العلم حضرت علیؑ سے گہری وابستگی نہیں رکھے گا، دولت علم سے وہ کبھی مالامال نہیں ہو سکتا ہے۔ جو علم وفضل کا خزانہ مولا علیؑ کے پاس تھا ایسا لگتا ہے اللہ رب العزت نے سب کچھ وراثت کے طور پر امام رضاؑ میں منتقل کردیا تھا۔ ذیل میں کچھ ایسی ہی ارشادات کی نشاندہی کی جارہی ہے:

آج بہت سے لوگ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر قسمت کے فیصلہ کا انتظار کرتے ہیں محنت ومشقت کی طرف توجہ نہیں فرماتے۔ جب تک بندہ کاروبار کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ہے رحمت الٰہی کا حق دار نہیں ہو سکتا ہے اس لئے کاروبار کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے امام رضا فرماتے ہیں:

"اپنے اہل وعیال کے لئے کوئی کام کرنا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے مانند ہے اور یہ وہ شرف ہے جسے انسان کسب کرتا ہے اور یہ ایسی کوشش ہے جس پر انسان فخر کرتا ہے۔"

اچھے برے انسان ہر دور میں رہے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ اچھائی اور برائی کا پیمانہ ہر دور میں بدلتا رہا ہے۔ امام رضاؑ کی نظر میں اچھے اور برے انسانوں کا پیمانہ کیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

"یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اچھے کام انجام دیتے ہیں تو ان کو بشارت دی جاتی ہے اور جب ان سے برے کام ہو جاتے ہیں تو وہ استغفار کرتے ہیں۔ جب ان کو عطا کیا جاتا ہے تو شکر ادا کرتے ہیں اور جب کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو صبر کرتے ہیں اور جب غضب ناک ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔"[1]

امام رضاؑ کی طویل گفتگو ہو یا چھوٹے چھوٹے جملے، آپ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہر ایک لفظ حکمت و دانائی سے پر ہوتا تھا۔ ان جملوں کی گہرائی میں جتنا فکر کریں اتنا ہی حکمت و دانائی کے موتی ملتے ہیں۔ درج ذیل کچھ مختصر ارشادات کی نشاندہی کی جارہی ہے:

۱۔ اگر کوئی شخص ظالم و جابر بادشاہ کے پاس جائے اور وہ بادشاہ اس کو اذیت و تکلیف دے تو اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا اور نہ ہی صبر کرنے سے اس کو رزق دیا جائے گا[2]۔

۲۔ امام رضا ایک دوسرے مقام پر محبت کی عظمت کا اظہار ان لفظوں میں فرماتے ہیں۔

"لوگوں سے محبت کرنا نصف عقل ہے"۔ [3]

۳۔ آج کل سماج جن حالات سے دوچار ہے انٹرنیٹ، واٹس اپ، ٹی وی، اسمارٹ فون، موبائیل نے انسانوں کو اپنی گرفت میں اس طرح لے لیا ہے کہ اسے ایک منٹ کی فرصت نہیں۔ اس رنگارنگی مصروفیات میں اسے سکون کا کوئی لمحہ میسر نہیں بقول امام رضا:

۱۔ تحف العقول، ص ۴۴۵

۲۔ تاریخ یعقوبی، جلد ۳، ص ۱۸۱

۳۔ بحار الانوار، جلد ۷۸، ص ۳۳۵

"ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں عافیت کے دس جز ہوں گے جن میں نو حصے لوگوں سے الگ رہنے میں ہوں گے اور ایک حصہ خاموشی میں ہوگا"[۱]۔

صوفیائے کرام نے اسی وجہ سے شاید: الصمت سید الاخلاق کہا ہے یعنی خاموشی اخلاق کا اعلیٰ درجہ ہے۔

۴۔امام رضاؑ فرماتے ہیں جس نے مومن کو خوش کیا خداوند عالم قیامت کے دن اس کو خوش حال کرے گا۔

۵۔آج جو صورت حال ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، اپنے ذاتی مفاد کی خاطر ایک دوسرے کو دھوکہ دینا عام سی بات ہے۔ جب کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے "المومن للمومن کالمراۃ" مومن کو مومن کے سامنے آئینہ کی طرح ہونا چاہئے مگر اس زمانہ میں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ ایک مومن بھائی کی دوسرے مومن بھائی کے دل میں کس طرح عزت وعظمت ہونی چاہئے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام رضا فرماتے ہیں:

"مومن مومن کا حقیقی بھائی ہے۔ ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جس نے اپنے بھائی پر الزام لگایا۔ ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جس نے اپنے بھائی کو دھوکہ دیا۔ ملعون ہے وہ شخص جس نے اپنے بھائی کو نصیحت نہیں کی۔ ملعون ہے وہ شخص جس نے اپنے بھائی کے اسرار سے پردہ ہٹایا۔ ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جس نے اپنے بھائی کی غیبت کی۔"[۲]

۶۔امام رضا نے اپنے اصحاب کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

"جس نے اپنے مومن بھائی کو خوش کیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے نیکیاں لکھتا ہے اور جس کے لئے اللہ نیکیاں لکھ دے اس پر عذاب نہیں کرے گا۔"

۷۔امام رضا کا فرمان ہے کہ:

"ہر انسان کا دوست اس کی عقل ہے اور جہالت اس کی دشمن ہے۔"

۱۔تحف العقول، ص ۴۴۶

۲۔وسائل الشیعہ، ص ۵۶۳

۸۔ محاسبہ نفس کے تعلق سے امام رضاؑ فرماتے ہیں:

"جس نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا اس نے فائدہ اٹھایا اور جو اپنے نفس سے غافل رہا اس نے نقصان اٹھایا۔"

آپ کے دیگر اقوال میں خاص طور سے طب وحکمت اور حفظان صحت کے اصول کی بہت مفید اور واضح نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ ذیل میں کچھ ایسے اقوال کی نشاندہی کی جارہی ہے:

۱۔ بچوں کے لئے ماں کے دودھ سے بہتر کوئی دودھ نہیں۔

۲۔ سرکہ بہترین سالن ہے۔ جس گھر میں سرکہ ہوگا وہ کبھی محتاج نہ ہوگا۔

۳۔ ہر انار میں ایک دانہ جنت کا ہوتا ہے۔

۴۔ منقی صفرا اور بلغم کو دور کرتا ہے، پٹھوں کو مضبوط کرتا ہے، نفس کو پاکیزہ بناتا ہے اور رنج وغم دور کرتا ہے۔

۵۔ شہد میں شفا ہے اگر کوئی ہدیہ کرے تو واپس نہ کرو۔

۶۔ گلاب جنت کے پھولوں کا سردار ہے۔

۷۔ بنفشہ کا تیل سر میں لگانا چاہئے اس کی تاثیر گرمیوں میں سرد سردیوں میں گرم ہوتی ہے۔

۸۔ جو زیتوں کا تیل سر میں لگائے یا کھائے اس کے پاس ۴۰ دن تک شیطان نہ آئے گا۔

۹۔ اپنے بچوں کا ساتویں دن عقیقہ اور ختنہ کردیا کرو اس سے صحت ٹھیک رہتی ہے اور جسم میں گوشت چڑھتا ہے۔

۱۰۔ قرآن پڑھنے، شہد کھانے اور دودھ پینے سے حافظہ بڑھتا ہے۔

۱۱۔ گوشت کھانے سے شفا ہوتی ہے اور مرض دور ہوتا ہے۔

۱۲۔ کھانے کی ابتدا نمک سے کرنی چاہئے کیوں کہ اس سے ستر بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے جن میں ایک جذام بھی ہے۔

۱۳۔ مسور ستر انبیاء کی پسندیدہ خوراک ہے اس سے دل نرم ہوتا ہے اور آنسو بہتے ہیں۔

۱۴۔ کھانا ٹھنڈا کر کے کھانا چاہئے اور پیالے کے کنارے سے کھانا چاہئے۔

۱۵۔ خدائے متعال کی عبادت وبندگی کثرت نماز وروزہ میں نہیں ہے بلکہ خداوند متعال کے امر میں تفکر اور غور وفکر کرنا عبادت ہے[۱]۔

مامون مذہبی اعتبار سے معتزلی تھا مگر وہ آپ سے بے حد متاثر تھا اور خاندان عباس وخاندان علوی کے درمیان اختلاف دور کرکے اتحاد پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اسماعیلی فرقہ کے خطرات مامون کے سرپر منڈلا رہے تھے، لہٰذا ان کا خاتمہ مامون، امام رضا کو اپنا ولی عہد بناکے کرنا چاہتا تھا اور دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ جو بنی عباس کے خلاف تھے اور امین ومامون کی جنگ میں امین کے ساتھ تھے ان کے دلوں کو بھی وہ رام کرنا چاہتا تھا، اس لئے اس نے ہر طرح امام کو خوش کرنے کی کوشش کی۔ آپ کے نام سے درہم ودینار کے سکے رائج کئے۔ اس نے اپنے زمانہ میں آپ سے زیادہ کسی کو خلافت کا حق دار نہیں سمجھا اس لئے پہلے تو اس نے آپ سے بیعت کی پھر ولیعہدی کی پیش کش کردی اور اپنی بیٹی ام حبیبہ کی شادی بھی ان سے ۲۰۲ھ میں کردی۔

مامون کی اس ساری سیاسی بازی گری سے حضرت امام رضاؑ اچھی طرح واقف تھے۔ آپ اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ کیوں وہ اپنے کو خلافت سے دست بردار کررہا ہے جب کہ اسی خلافت کے حصول کے لئے اس نے اپنے بھائی امین کا قتل کیا تھا اسی وجہ سے جب اس نے خلافت کی پیش کش کی تو آپ نے فرمایا:

> "اگر خلافت تیرے لئے ہے تو تیرے لئے اس لباس کو اتار کر جسے اللہ نے تجھے پہنایا ہے کسی دوسرے کو پہنانا جائز نہیں ہے اور اگر خلافت تیرے لئے نہیں ہے تو تیرے لئے اس خلافت کو میرے لئے قرار دینا جائز نہیں ہے"۔

امام کے اس جواب سے مامون برہم ہوگیا اور دھمکی بھرے لہجہ میں کہا کہ آپ کو خلافت ضرور قبول کرنا ہوگی تو اس کے جواب میں امام نے فرمایا: میں اس منصب کو خوشی سے ہر گز قبول نہیں کروں گا۔ جب خلافت کی عدم قبولیت سے مامون کو مایوسی ہوئی تو اس نے امام سے ولی عہدی کی پیش کش کی اور اس پر راضی کرنے کے لئے تمام سیاسی حربے استعمال کئے مگر امام اس پر بھی راضی نہ ہوئے، عدم رضا مندی پر مامون نے قتل تک کی دھمکی دے ڈالی، تو امام رضا نے طوعاً وکرھاً اس کی یہ پیش کش قبول فرمالی اور بارگاہ الٰہی میں تضرع کرتے ہوئے فرمایا: "خدایا تو نے مجھے خود کشی کرنے سے منع فرمایا ہے جب کہ

۱۔ سید نجم الحسن کراروی، چودہ ستارے، ص ۴۵۳

میں اس وقت مجبور ولاچار ہو چکا ہوں کیوں کہ عبداللہ مامون نے مجھے ولی عہدی قبول نہ کرنے کی صورت میں قتل کرنے کی دھمکی دی ہے میں اس طرح مجبور ہو گیا ہوں جس طرح جناب یوسف اور جناب دانیال مجبور ہوئے تھے کہ ان کو اپنے زمانہ کے جابر حاکم کی ولی عہدی قبول کرنی پڑی تھی۔"

لیکن بنو عباس مامون کے اس فعل سے راضی نہ ہوئے اور اس کے خلاف دھرنا دینے لگے۔ مامون نے جب حالات ناگوار دیکھے تو اس نے دنیائے فانی کو آخرت پر ترجیح دی اور کچھ ایسے اصول بنائے جس سے امام کی زندگی اجیرن ہو گئی اور ایک دن وہ آیا کہ اس نے انگور میں زہر دے کر آپ کو شہید کر دیا۔ یہ ہولناک اور رنج والم سے بھرا ہوا واقعہ ۲۰۳ھ میں پیش آیا۔ آپ کے دنیا سے چلے جانے سے دنیائے اسلام رشد وہدایت اور فضل وکمال کے اس روشن چراغ سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امام علی رضاؑ سناباد جو طوس کا بڑا شہر ہے میں مدفون ہوئے اسی شہر کو آج مشہد مقدس کے نام سے جانا جاتا ہے۔ بہت روحانی جگہ ہے جو شخص ایک بار وہاں حاضری دیتا ہے بار بار وہاں حاضری دینے کی تمنا سینے میں انگڑائیاں لینے لگتی ہیں۔ راقم الحروف کو تین بار اس مقدس بارگاہ میں باریابی کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ گھنٹوں وہاں معتکف رہا مگر سیرابی نہ حاصل ہو سکی اب تو صورت حال یہ ہے:

کچھ لمحے گذار آیا ہوں مشہد کی زمیں پر
اب دل مرا لگتا نہیں ہے اور کہیں پر
اندازہ ہوا مجھ کو یہ مشہد میں پہنچ کر
یوں لگتا ہے کہ جنت اتر آئی زمیں پر